

اپنے حالات بد لیئے

لاہور کی ایک نجی یونیورسٹی سے ایم بی اے کیے ہوئے دو دوستوں نے ایک سیٹھ کے پاس نوکری شروع کی۔ تشوہ کوئی تمیں ہزار کے قریب تھی۔ سیٹھ ملک کے امیر ترین کاروباری لوگوں میں سے ایک تھا۔ کوئی تمیں برس پہلے کی بات ہے۔ یہ پڑھے لکھے نوجوان بڑی محنت سے سیٹھ کی ملوں میں بنائی گئی مصنوعات کی مارکینگ کرتے تھے۔ چار سال کام کرنے کے بعد دونوں نے فیصلہ کیا کہ کسی کے ہاتھوں اپنا ہنر سے دام فروخت نہیں کرنا۔ بلکہ ذاتی کاروبار کرنا ہے۔ سرمایہ قلیل نہیں بلکہ تھا ہی نہیں۔ لاہور میں، میں بلوارڈ پر اور یگا سنٹر نام کا ایک تجارتی مرکز ہے۔ دونوں دوستوں نے یہاں صرف ایک کمرے کا دفتر لیا اور انہائی چھوٹے پیانے سے ٹیکسٹائل مشینری کی انڈینڈنگ شروع کر دی۔ کاروبار بالکل نہیں چلا۔ مگر اتنا ضرور ہوتا تھا کہ ماہوار انہیں معمولی سامنا ف عمل جاتا تھا۔ کمرے کا کرایہ اور بجلی کا ببل بھی جیسے تیسے ادا کرنے کی گنجائش نکل آتی تھی۔ دوسال اسی کسیپری میں گزر گئے۔ کئی بار آپس میں جھگڑا ہوا کہ خواہ سیٹھ کی نوکری چھوڑ دی۔ کم از کم تشوہ تو ملتی تھی۔ مگر ہر بار حتمی فیصلہ یہی کیا کہ کسی کی نوکری نہیں کرنی۔ تیسرا سال انہیں بڑے آرڈر ملنے شروع ہو گئے۔ دس بار سال مزید محنت کرنے کے بعد یہ دونوں افراد اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے۔ اسی اثناء میں لاہور میں ایک ٹیکسٹائل مل دیوالیہ ہو کر نیلام ہو رہی تھی۔ بوسیدہ مشینری کی قیمت تمیں لاکھ تھی۔ انہوں نے بولی میں مشینری خرید لیں۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ خریدنے کے لئے چار پانچ لاکھ تو ان کے پاس تھے مگر باقی سرمایہ بالکل نہیں تھا۔ رشتہ داروں، دوستوں کی منت سماجت کر کے جیسے تیسے پیسے پورے کیے۔ مشینری خرید لی۔ ٹھیک کیا اور کرائے کے گودام میں کپڑا بنانے کی لو میں لگا لیں۔ محنتی تھے۔ کام کے علاوہ کوئی شوق نہیں تھا۔ تھوڑے عرصے میں دھندا چل پڑا۔ چار پانچ برس میں دونوں لکھ پتی، پھر کروڑ پتی بن گئے۔ انہوں نے پیسے صائع نہیں کیا۔ جدید ترین ٹیکسٹائل کی مشینری خرید کر ایک نئی فیکٹری کھڑی کر دی۔ ایک سے دو اور پھر پانچ ملوں کے مالک بن گئے۔ حالیہ دونوں میں تو لیے بنانے کی ایک مل لگائی اور سارا مال بیرون ملک ایکسپورٹ کرنا شروع کر دیا۔ میرے ایک قریبی دوست کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اب یہ لوگ حد درجہ سے خوشحال بلکہ رئیس ہیں۔ کاروبار ہر طریقے پھل پھول رہا ہے۔

یہ سچا واقعہ لاہور کا ہے۔ ان دونوں اشخاص کو بخوبی جانتا ہوں اور اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے انہوں نے مفلسی کے سفر سے کاروباری زندگی کا آغاز کیا۔ ہمت نہ ماری، محنت بلکہ رماضت کرتے رہے۔

اور آج یہ کاروباری دنیا کے نمایاں لوگ ہیں۔ آپ اپنے شہر، قصبے، ٹاؤن، یونین کوسل، گاؤں یا کلی میں چاروں اطراف نظر ڈالئیں۔ کامیابی کی حیرت انگیز درختان مثالیں عام مل جائیں گی۔ لوگ بتائیں گے۔ کہ آج سے بیس سال یادوں بر س پہلے فلاں شخص معمولی سا کام کرتا تھا۔ مگر آج حد رجہ کامیاب اور امیر انسان ہے۔ آپ جہاں بھی رہتے ہیں۔ جس بھی قومیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنی طرز سے اردوگرد کے چار کامیاب لوگوں کی فہرست بنائیے۔ اسے غور سے پڑھیں۔ ان کے نام حد رجہ مختلف ہوں گے۔ کوئی گل خان ہوگا، تو کوئی قلندر بلوج، کوئی چانڈیو ہوگا تو کوئی ملک۔ ان ناموں کو دوبارہ غور سے دیکھیں، آپ کو ان میں بادی انظر میں کوئی بھی یکساں خصوصیت نظر نہیں آئے گی۔ پیشے بھی مختلف ہوں گے۔ کوئی پڑھا لکھا تو کوئی ان پڑھ۔ کوئی بس کے ہا کر سے ٹرانسپورٹ کا بادشاہ بنا ہوگا، تو کوئی سائیکل پر کپڑا بیچتے بیچتے ٹیکسٹائل ملوں کا مالک بن گیا ہوگا۔ کوئی فروٹ کی ریڑھی لگاتے لگاتے چلوں کا سب سے بڑا تاجر بن چکا ہوگا اور کوئی اسی طرح دھک کھا کھا کر اپنے شعبے میں آگے نکلا ہوگا۔ مگر ایک عصر ان تمام کامیاب لوگوں میں حیرت انگیز طور پر یکساں ہوگا۔ یہ حد رجہ مختلف افراد ہوں گے۔ زمانے کی ٹھوکریں بھی آگے بڑھنے کے خواب کرچی کر پھی کرنے میں ناکام رہی ہوں گی۔ انہیں دو چار سال یا پانچ دس برس بعد ایک ایسا موقع ضرور لا ہوگا۔ جس کو درست طریقے سے استعمال کر کے یہ کامیابی کی شاہراہ پر سر پٹ دوڑنے لگے ہونگے۔ ان کی محنت کا پسینہ، اب دولت میں بدلتا نظر آئے گا۔ پھر یہی لوگ دوسروں کے لئے مثال بن جاتے ہیں۔ یہ تمام افراد ہمارے اپنے ملک کے ہی شہری ہیں۔ اور ان کے لئے خراب حالات اتنے ہی تھے جتنے تمام لوگوں کے لئے۔ مگر ایک فرق ہے۔ ہمت، جد و جہد، محنت اور راستے نکالنے کا فن ان تمام میں برابر موجود ہوگا۔

سب کچھ لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ اس لئے کہ پنٹا لیس برس پہلے کے ایک اخبار کا فرنٹ پیچ پڑھنے کا موقع ملا۔ سرور ق پر اس وقت کے صدر اور وزیر اعظم کی تصاویر تھیں۔ مگر خبریں حیرت انگیز طور پر آج جیسی ہی تھیں۔ جیسے چینی، پیڑوں، کھاد کی قیمتوں میں ناقابل برداشت اضافہ کی خبریں۔ ہر تالیں، دنگا فساد علاقائی بدمنی کی دلخراش داستانیں۔ قتل و غارت کے ان گنت واقعات۔ حکومت کے مکمل ناکام ہونے کی خبریں اور اپوزیشن کا واویلا۔ یقین فرمائیے۔ صرف تاریخ اور سال تبدیل کر دیں۔ پہچان نہیں سکتے۔ ایسے لگتا ہے کہ یہ تو آج کا اخبار ہے۔ مگر نہیں یہ دہائیوں پہلے کا خبر نامہ ہوگا۔ اس سے کیا مطلب نکلتا ہے۔ یا آپ اس سے کیا نتیجہ نکالتے ہیں۔ صرف یہ کہ جب سے ملک قائم ہوا ہے۔ مسائل در مسائل مددستور برہنہ رقص کرتے رہے ہیں۔ کبھی جمہوریت ناکام ہوتی ہے تو کبھی غیر

جمهوری حکومتوں کو خاک چاٹنی پڑتی ہے۔ مگر مسائل نام بدل کر جوں کے توں ہی رہتے ہیں۔ اب عام نوجوان یا خاتون کیا کرے۔ ایک راستہ تو یہ ہے کہ سارا دن حالات کو کوستہ رہیں۔ کبھی وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ یا کسی وزیر کو بد دعا نہیں دیں کہ انہوں نے نظام کا بیڑہ غرق کر دیا۔ کوئی چیز میراث پر نہیں ہے۔ ہر طرف بر بادی ہی بر بادی ہے۔ بس اب تو میرا کسی قسم کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ ہمارے بچانوے فیصلوں کا یہی وظیرہ ہے۔ صرف اور صرف گلہ کرتے نظر آئیں گے۔ حالات کو کو سنا انکا تکمیل کلام بن چکا ہو گا۔ مگر چند فیصلوں کا دگرگوں حالات میں، اپنا منفرد راستہ بنانے میں خاموشی سے مصروف کا رہوں گے۔ اگر آج کوئی ایک چھوٹا سا کریانہ سٹور چلا رہا ہے۔ تو ایک ڈیڑھ دہائی میں اس کا سپر سٹور ضرور ہو گا۔ اگر کوئی مین روڈ پر چھوٹا سا ڈرائیور ہو ٹل بنا کر بیٹھا ہے تو کچھ عرصے بعد اس کی نظر ایک شاندار ہو ٹل بنانے پر ہو گی۔ اگر کوئی آج رکشہ چلا رہا ہے۔ تو دس بارہ سال بعد ڈیڑھ دوسرکشوں کا مالک بننے کے لئے محنت کرتا نظر آئے گا۔ ضروری نہیں کہ یہ تمام خواب سنہری ہو جائیں۔ ان میں سے کچھ ناکام بھی ہوں گے۔ مگر کچھ عرصے بعد اکثریت کامیاب بنس میں ہوں گے۔ وجہہ صرف ایک۔ اپنے اپنے شعبے میں کامیاب ہونے کی انتہک

دھن۔

ملک کی ستر برس کی سیاسی تاریخ کو غور سے پر کھیے۔ سیاست دان اور فوجی سربراہان، صرف ایک کام کرتے نظر آئیں گے۔ دور مدت جائیئے۔ ایوب خان سے لے کر بھٹو تک، اور نواز شریف سے لے کر زرداری تک اور اب عمران خان، یہ تمام قائدین آپ کو خواب بیچتے نظر آئیں گے۔ کوئی امن ہو جانے پر آپ کو ذاتی ترقی کی نوید سنا تا محسوس ہو گا۔ تو کوئی ایک کروڑ نو کریوں کا سنہری خواب فروخت کرتا نظر آئے گا۔ کوئی موڑوے سے آپ کی ترقی کا راستہ نکالے گا تو کوئی جمہوریت کے رنگدار پرندے کے اوصاف بتا کر آپ کو دلasse دے گا۔ یہ تمام سیاستدان اور طالع آزمابخوبی جانتے ہیں کہ یہ کسی نوجوان کو اچھا مستقبل نہیں دے سکتے۔ ہاں۔ ان کے اپنے بچے قلیل عرصے میں کھرب پتی ہو جاتے ہیں۔ مگر عوام کے لئے ان کے نعرے اور دلائے، صرف اور صرف الفاظ اور نقش برآب ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اس صورت حال میں آپ کو کیا کرنا چاہیے۔ صرف ایک فیصلہ۔ اور یقین مانیے یہ سب کچھ تبدیل کر دے گا۔ صرف یہ کہ آپ کوئی چھوٹے سے چھوٹا ذاتی کام شروع کر دیں۔ کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ پڑھے لکھے ہیں یا بالکل انگوٹھا چھاپ۔ تعلیم کا رزق سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر ہوتا تو پی ایچ ڈی کیے ہوئے قابل ترین لوگ، ان پڑھ سیٹھوں کی ملازمت نہ کر رہے ہوتے۔ کوئی شرم محسوس نہ کرس۔ ہمت کرس اور معمولی سما کام شروع کر دس۔ کوئی بھی کام اور پھر پچھے ملت

کرنے دیکھیں۔ محنت کریں، محنت کا پھل دیکھ کر آپ ششدہ رہ جائیں گے۔

جہاں تک ملکی حالات کا تعلق ہے یہ دگر گوں تھے اور اسی طرح رہیں گے۔ ان کو بہتر بنانا آپ کے لئے بس میں نہیں ہے۔ ہاں اپنا ذاتی مستقبل بنانے کا حق آپ کو ہر طریقہ سے حاصل ہے۔ سودیرنہ کیجئے۔ ہاں، جہاں تک حالات کی خرابی کا درد ہے۔ تو اس کیلئے تمام ٹوی چینلز، اکٹریت لکھاری، دانشور، محقق گریہ کرتے نظر آئیں گے۔ انہیں ماتم کرنے دیجئے۔ آپ اپنے حالات ٹھیک کرنے کی کوشش کریں۔ ملک کے حالات تو ایسے ہی رہیں گے۔